حضرت سعید بن زیدؓ

از قلم: سلمان کوکنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاق وانسانیت اور بندگی وعبدیت کا دلکش ودل ربا لالہ زار، وحشت وبربریت اور سفا کی ودرندگیت کی ہواؤں کی زد میں آکر رذیل وبدنما خارزار کی شکل اختیار کر چکا تھا، توحید ورسالت کا حسین وخوشنما چہرہ، وثنیت ومجوسیت کے داغوں کا شکار ہو چلا تھا۔ نگار خانۂ موجودات سے دین وایمان، عدل واحسان اور علم وعرفان کا نام ونشان تک مٹ چکا تھا، دلوں کی تجوریاں عقیدۂ توحید ورسالت، گنجینۂ علم ومعرفت، ذخیرۂ محبت والفت اور نگینۂ تواضع ومسکنت سے خالی تھیں، قلوب پر رنجش وکدورت، شقاوت وقساوت اور نفرت وعداوت کے پہرے لگے ہوئے تھے، آنکھوں پر عصبیت وزندیقیت، الحادولادنیت اور کفر وابلیسیت کے پردے پڑے ہوئے تھے، جذبات واحساسات اور افکار وخیالات شترِ بے مہار کی طرح فسق وفجور اور معاصی وذنوب کی اندھیریوں میں بھٹکے جارہے تھے، راہِ فوز وفلاح کا انتخاب اور حق وباطل کے درمیان امتیاز کے ذرائع مفقود ہو چکے تھے؛ لیکن سرکشی وطغیان کی جھاڑیوں اور فسق وعصیان کے کانٹوں کے باوجود بھی بعض لوگ ایسے تھے جو راستے کے مصائب وآلام اور پیش آئندہ تکالیف وشدائد سے بے خوف ہوکر اپنے قدم منزل کی طرف بڑھائے جارہے تھے، جہالت وضلالت کے طوفان اور فحاشی وعریانیت کے سیلان میں بھی بعض پاک طینت افراد ایسے تھے جو جاہلانہ رسومات وتقریبات اور فاسقانہ افکار وعادات سے بیزار تھے،

شرک و بت پرستی کے شعلوں اور مال وجاہ طلبی کے انگاروں کے باوجود بعض گھرانے ایسے تھے جو اُن کی تپش و حرارت سے محفوظ تھے، ایسا ہی ایک گھرانہ قبیلۂ قریش میں عدوی خاندان کے ایک پاکباز و حق پرست شخص ''زید بن عمرو بن نفیل'' کا بھی تھا۔

پیدائش، حسب ونسب اور کنیت

اسی عظیم و بے مثال گھر میں ہجرت سے تقریباً تیئیس سال قبل حضرت سعید بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ (المستدرک للحاکم)

آپ کا پدری نسب نامہ اس طرح ہے: حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۹۸) چناں چہ آپؓ کا نسب دسویں پشت پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نسب سے جا ملتا ہے۔

اور مادری نسب اس طرح ہے: زید بن فاطمہ بنت بعجہ بن امیہ بن خویلد بن خالد بن المعمر حیان بن غنم بن ملیح۔ آپ کی والدہ قبیلۂ خزاعہ سے تھی۔ (ایضاً)

آپؓ کی کنیت ابو الاعور تھی۔

(تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام، حوادث: ۴۱ تا ۶۰ ہجری: ۲۲۱)

حلیۂ مبارکہ

آپ کا رنگ گندم گوں، قد لمبا اور شانے چوڑے تھے، سر کے بال کبھی

ترشوا لیتے اور کبھی لمبے چھوڑ دیتے، سر اور داڑھی کے بال گھنے تھے۔ (اصحابِ رسول اوران کے کارنامے: ۴۸۶)

آپؓ کے والد کے مختصر حالات

آپؓ کی کردار سازی میں آپ کے والدِ بزرگوار کا بڑا ہاتھ ہے، وہ ایک نیک وخدا ترس انسان تھے۔

ان کے متعلق حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ: ایک دفعہ میں نے جناب زید کو دیکھا کہ کعبہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور زبان پر یہ الفاظ ہیں: ''اے گروہِ قریش! خدا کی قسم! میرے سوا تم میں کوئی بھی دینِ ابراہیمی پر قائم نہیں ہے۔ آپ معصوم بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچاتے، جب کوئی اپنی بچی کے قتل کا ارادہ کرتا تو آپ اس سے فرماتے: اسے قتل نہ کرو، میں ان کی پرورش کروں گا، اور ہر قسم کا بار بھی برداشت کروں گا، پھر اسے لے لیتے، اور جب وہ بڑی ہوتی تو اس کے باپ سے کہتے: ''اگر تم چاہو تو تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو میں اس کا نکاح کرادوں۔ (بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث زید بن عمروا / ۷ ۸۳، حدیث: ۳۸۲۸)

آپ کا مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد سے عیاں ہوتا ہے کہ: زید بن عمرو بن نفیل میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک امت ہیں، کل بروزِ قیامت انہیں ایک امت کے طور پر اُٹھایا جائے گا۔ (السنن الکبریٰ، کتاب المناقب، باب زید بن عمرو بن نفیل: ۵ / ۵۴، حدیث: ۸۱۸۷)

آپ کی حق طلبی وخدا پرستی کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اہلِ قریش کا کوئی میلہ چل رہا تھا، ہر طرف عیاشی وبدمعاشی اور فحاشی وعریانیت کا دور دورہ تھا، مرد وزن، طفل وجوان اور شیب وشاب ہر ایک کے چہرے سے فخر وافتخار اور تکبر وغرور کا پسینہ ٹپک رہا تھا، رقص وسرور اور جام وساغر کے نقوش جابجا نظر آرہے تھے، مرد حضرات کا سر عمامہ سے آراستہ اور جسم فاخرانہ لباس سے پیراستہ تھا، معصوم بچّے اور خوبصورت عورتیں زرق برق لباس زیبِ تن کیے محفل کی رونق میں چار چاند لگا رہی تھیں، جناب زید بن عمرو بھی دور کھڑے ان مناظر کو دیکھ رہے تھے اور ان سب بدعات وخرافات کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھ رہے تھے۔

اچانک ان کی نظر ان جانوروں پر پڑی جنہیں مکہ کے خوشحال ومتمول لوگ قسم قسم کی زینتوں سے آراستہ کر کے لات ومنات کے حضور ذبح کرنے کے لیے کھینچ کر لے جارہے تھے، جسے دیکھ کر ان کا دلِ زندہ وضمیرِ تابندہ صبر وتحمل کے خلوت خانہ سے بے تابانہ باہر آ گیا اور وہ کعبہ کو ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے: ''قریش کے لوگو! بکری کو اللہ نے پیدا کیا، اسی نے آسمان سے پانی برسایا، جس کو پی کر وہ سیراب ہوئی، اسی نے زمین سے گھاس اگائی جس کو کھا کر وہ آسودہ ہوئی، اور تم ہو کہ اُسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لیے کھینچے لیے جارہے ہو، میں سمجھتا ہوں کہ تم بڑے نادان اور جاہل لوگ ہیں''۔

(زندگیاں صحابہ کی: ۲۸۹)

خیر وصلاح کی یہ دعوت اور نیکی وبھلائی کی یہ ترغیب اگرچہ بڑے ناصحانہ اور مشفقانہ انداز میں دی گئی تھی؛ لیکن مال ودولت کے نشہ میں چور اور نفس وشیطان کی جال میں پھنسے ہوئے وحشی لوگوں کے قلب ٹس سے مس نہ ہوئے اور ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ زمانۂ جاہلیت کے ایک پیشوا وسردار اور کفر وشرک کے علَم بردار: خطاب کی تیوری چڑھ گئی، پیشانی بل زدہ ہوگئی، اور شدتِ غیض وغضب نے اس کے حواس معطل کردیے، چناں چہ وہ اٹھا اور حق کے اس شیدائی کو ایک طمانچہ رسید کیا، اور بھرّائے ہوئے لہجہ میں بولا: ”تبًا لک، ما زلنا نسمع منک هذا البذاء ونحتمله، حتی لقد صبرنا“ (صور من حیاة الصحابة: ۲۳۳)

ترجمہ: تیرا ستیاناس ہو، تیری بکواس ہم مسلسل سنتے اور اُسے برداشت کرتے چلے آرہے ہیں؛ مگر اب ہمارے صبر وضبط کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے“۔

خطاب کی کاروائی اسی پر اختتام پذیر نہیں ہوئی؛ بلکہ اس نے چند سر پھرے بدمعاش، اوباش اور آوارہ بچوں کو حکم دیا کہ وہ زید پر سنگ باری کریں اور اس کی ایذا رسانی ودل آزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں، ان اوباشوں اور لفنگوں کے ظالمانہ سلوک اور وحشیانہ برتاؤ سے تنگ آکر بادلِ ناخواستہ آپ اپنا پیارا محلہ چھوڑ کر کوہِ حرا کی جانب نکل پڑے، وہاں سے اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ مل کر دینِ برحق اور ملتِ ابراہیمی کی تلاش وجستجو میں صحرا نوردی وجادہ پیمائی شروع کی، کئی راہبوں اور پادریوں کے آستانوں کی خاک چھانی، آگے چل کر آپ

کے دیگر رفقائے سفر نے اپنی صواب دید کے مطابق دوسرے ادیان قبول کر لیے؛ لیکن آپ کی حقیقت شناس نگاہ میں کسی بھی مذہب کی تعلیمات، تحریفات وتغیرات سے صاف وشفاف نظر نہیں آئیں؛ اس لیے آپ نے کسی بھی مذہب کے قبول کرنے کا کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا اور برابر تلاشِ حق میں سرگرداں رہے۔ اسی دوران ملکِ شام میں ایک پادری سے آپ کی ملاقات ہوئی تو اس نے آپ کی اضطراری حالت وکیفیت اور بے چین فطرت وطبیعت کو دیکھ کر بھانپ لیا کہ یہ شخص دینِ ابراہیمی کی تلاش میں منہمک ہے، چناں چہ آپسی گفتگو اور سوال وجواب کے بعد اس نے یہ بشارت سنائی کہ عنقریب آپ کے اطراف وجوانب سے ایک رسولِ برحق (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ظہور ہوگا، جوان گمراہ وبے راہ انسانوں کے سامنے ایک پاکیزہ شریعت پیش کرکے انہیں راہِ نجات اور طریقِ ہدایت بتلائے گا؛ لہٰذا آپ کچھ دیر کے لیے صبر وتحمل سے کام لیں اور ظہورِ نبوت کے بعد ان کے دستِ حق پرست پر ایمان لے آئیں، پادری کی زبانی ان باتوں کا سننا تھا کہ آپ کی آس بندھ گئی اور دل میں خوشیوں اور مسرتوں کا طوفان امنڈ پڑا، تیزی سے اپنے آبائی وطن مکہ کی جانب لپکے؛ لیکن افسوس! کہ نوشتۂ تقدیر زیارت وملاقات سے مانع بنا، امیدوں کا شیش محل چکنا چور ہوگیا، اور اثنائے سفر ہی ڈاکوؤں اور رہزنوں کی ایک ٹولی نے حملہ کرکے انہیں شہید کردیا۔ موت سے چند دن قبل آپ نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی تھی: ”اللهم إن حرمتني من هذا الخير فلا تحرم منه ابني سعيدا“. (اصحاب

الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۲۶۷) ترجمہ: اے اللہ! اگر تو نے مجھے اس خیر سے محروم رکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے، تو میری درخواست ہے کہ میرے بیٹے سعید کو اس سے محروم نہ رکھنا۔

راہِ حق کی جستجو میں مسلسل جد و جہد اور پیہم کوشش وسعی کرنے والے طلبگار بندے کی دل خیز دعاؤں کو خدائے ذوالمنن نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔

قبولِ اسلام

چناں چہ نبیٔ آخر الزماں اور ہادیٔ کل جہاں (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بحکمِ خداوندی دینِ حنیف کی دعوت واشاعت کا کام شروع فرمایا تو حضرت سعید بن زیدؓ اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اور تمام خطرات مول لے کر اپنی نیک دل رفیقۂ حیات حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کے ساتھ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے، بعض روایتوں کے مطابق ان دونوں سے قبل چھتیس افراد ایمان لائے تھے۔(صحابۂ کرامؓ کی وصیتیں اور آخری الفاظ: ۱۲۲) اور بقول مؤرخِ اسلام علاّمہ ذہبیؒ کے: حضرت سعید بن زیدؓ دارِ ارقم میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ شروع ہونے سے قبل ہی مسلمان ہوچکے تھے۔(تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، حوادث: ۴۱ تا ۶۰ ہجری، ص: ۲۲۴) نیز ابوالقاسم اصفہانی نے آپؓ کو تیرہ لوگوں کے بعد اسلام لانے والا شمار کیا ہے۔ (سیر السلف الصالحین ۱/ ۲۴۲)

پھر جن حالات وخطرات کا اندیشہ تھا اور جس طرح کے سلوک وبرتاؤ کا خوف تھا وہ ہوکر رہا، پیروں میں شدائد وآلام کی بیڑیاں پڑ گئیں، گردنوں میں

مصائب وتکالیف کے طوق بندھ گئے، دلوں کو اذیتوں کے کانٹے چھیدنے لگے اور دونوں میاں بیوی بری طرح جسمانی وروحانی مظالم کا نشانہ بن گئے۔

قربانیاں اوران کا ثمرہ

واقعہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ تلوار لٹکا کر (نعوذ باللہ) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے جا رہے تھے، راستہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ملاقات ہوئی، کچھ دیر ان سے بات چیت کرنے کے بعد پتہ چلا کہ بہن (حضرت فاطمہ بنت خطابؓ) اور بہنوئی (آپؓ) بھی اسی نبی کے مطیع وفرمانبردار اور پیروکار وتابعدار بن چکے ہیں، تو انہوں نے فوراً راستہ بدل دیا اور غصہ میں بھرے سیدھے بہن کے گھر جا پہنچے، جہاں حضرت خبابؓ ان دونوں میاں بیوی کو قرآنِ پاک پڑھا رہے تھے، آہٹ پا کر وہ چھپ گئے، پھر حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے، ان کے ہاتھ میں کوئی سخت چیز تھی جسے حضرت فاطمہؓ کے سر پر دے مارا، شدتِ ضرب سے ان کا سر پھٹ پڑا اور خون بہنے لگا۔ پھر اندر داخل ہو کر پوچھا: ''یہ آواز کس چیز کی آرہی تھی'' تو حضرت سعید بن زیدؓ نے جواب دیا کہ: ''بس آپس میں بات چیت کر رہے تھے اور کچھ نہیں'' کہنے لگے: ''کیا تم نے بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے؟'' تو آپؓ نے فرمایا: ''اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو تمہارا کیا خیال ہے؟'' یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ ان پر جھپٹ پڑے اور بہت بری طرح مارا، پیٹا، گھسیٹا اور روندا۔ حضرت فاطمہؓ سے

یہ تماشا دیکھا نہ گیا تو وہ اپنے خاوند کو بچانے کے لیے آئی؛ لیکن بہن پر بھی رحم نہ آیا؛ بلکہ ان کو اس زور سے طمانچہ مارا کہ چہرے سے خون نکل آیا، بالآخر بنتِ خطاب کی رگِ خطابیت جاگ اٹھی اور شدتِ غضب میں حضرت عمر سے کہہ دیا: ''اے عمر! ہمیں صرف اس وجہ سے مارا جا رہا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے، سوسن لے! ہم مسلمان ہو چکے ہیں، تجھ سے جو بن پڑے کر ڈال؛ لیکن ہم دینِ حق سے دست بردار نہیں ہو سکتے''۔ دونوں میاں بیوی کی اس جرأت و بے باکی اور استقامت و ثابت قدمی دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل پگھل گیا، بہن کا خون دیکھ کر شرمندگی بھی ہوئی، اچانک قرآن کے اس ورق پر نظر پڑ گئی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور سارا غصّہ زائل ہو گیا۔ پھر انھوں نے اس صفحے کو طلب کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھوں سے چھونا درست نہیں؛ لہٰذا پہلے غسل کر لے، پھر تجھے یہ صفحۂ قرآن دیا جائے گا''، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور سورۂ طٰہٰ کو پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے: إنني أنا الله لا إله إلا أنا فاعبدني واقم الصلوٰة لذكري، تب تک اسلام ان کے دل میں گھر کر گیا تھا اور اس کی حقانیت واشگاف ہو چکی تھی، فوراً کہنے لگے کہ: مجھے بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ چناں چہ ان کی رہنمائی کی گئی، اور وہ دارِ ارقم میں جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ بابرکت پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (ملخصاً از حیاۃ الصحابہ اردو ۱/ ۳۸۳، ۳۸۴)

ان دونوں نیک سیرت میاں بیوی کے صبر و استقامت اور حوصلہ مندی

وجرأت کی وجہ سے اسلام کو ایک ایسی شخصیت مل گئی جس کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''حضرت عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی''۔ (فضائلِ اعمال ۱/ ۳۰)

ہجرت ومواخات

جب مخالفت ومعاندت کے گراں بار سلسلے دراز سے دراز تر ہونے لگے اور اسلام کے نام لیواؤں پر مکہ کی سرزمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ پڑنے لگی، تب ان ضعیف وناتواں اور مظلوم ومقہور مسلمانوں نے بحکمِ خداوندی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر وطنِ عزیز مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت شروع کی، دیگر مسلمانوں کی طرح آپؓ نے بھی آبائی وطن چھوڑ کر مدینہ کی جانب ہجرت کی اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پھر جب خود جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو مواخات کا زریں سلسلہ قائم فرمایا، چناں چہ آپؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ بھائی بھائی قرار پائے۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۳۲۵)

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رافع بن مالک الزرقیؓ اور آپؓ کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔
(طبقات ابن سعد: ۳/ ۳۰۱)

غزوات وسرایا

مدینہ پہنچنے کے بعد بھی جب ان مظلوم ومقہور مسلمانوں کو چین کا سانس

لینے نہیں دیا گیا تب اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے جہاد وقتال کا حکم نازل ہوا، اب غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ نے بھی تمام غزوات میں شرکت فرما کر مردانگی وشجاعت اور بے باکی وجرأت کے مظاہرے پیش فرمائے اور نیزہ بازی وشمشیر زنی کے ذریعہ اپنے بلند پایہ حوصلوں کا لوہا منوایا۔

اسلام کی پہلی جنگ اور حق وباطل کے درمیان فیصلہ کن معرکہ: غزوۂ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ باقاعدہ شریک نہ ہوسکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو کفار ومشرکین کے اس لشکر کی جاسوسی پر مامور فرمایا تھا جو لڑائی کا اصل سبب بنا، چناں چہ یہ دونوں حضرات حدودِ شام میں مقامِ تجبار پہنچ کر کشد جہنی کے مہمان ہوئے، پھر جب کفار کا قافلہ وہاں سے آگے بڑھا تو نظریں بچا کر تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے؛ تاکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالات سے آگاہ کر سکے؛ لیکن جب مدینہ پہنچے تو پتہ چلا کہ پاسبانانِ اسلام بدر پہنچ چکے ہیں، یہ حضرات فی الفور بدر کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں فتح وظفر اور کامیابی وکامرانی کا تمغہ لیے ہوئے غازیانِ بدر سے ملاقات ہوئی۔

اس طرح آپ رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں عملاً شریک نہ ہوسکے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصّہ مقرر فرمایا اور جہاد کے ثواب سے بہرہ ور ہونے کی خوشخبری بھی سنائی۔ (دیکھیے: سیرت ابن ہشام ۱/ ۶۸۴، طبقاتِ ابن سعد ۳/ ۲۷۹، معرفۃ الصحابہ ۲/ ۵، اسد الغابہ ۲/ ۳۲۵)

نیز امام بخاریؒ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو ''بدریین'' میں شمار کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمی من أہل البدر، ۲/ ۸۸۷)

اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات: احد، خندق، خیبر، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ میں شرکت فرمائی اور بیعتِ رضوان میں بھی شریک رہے۔ (الریاض النضرۃ ۲/ ۳۴۱) حتی کہ علامہ ابن اثیر نے اپنی کتاب ''اسد الغابہ'' میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہ کو ان صحابہ میں شمار کیا ہے جو جنگ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے رہا کرتے تھے۔ (اسد الغابہ ۲/ ۲۲۶)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد جب ایران اور روم کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ شام جانے والے لشکر میں ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے شریک رہے۔ (چالیس جاں نثار: ۷۰)

عہدِ صدیقی کی جنگوں میں شرکت

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اجنادین کا ہولناک معرکہ پیش آیا، اس لڑائی میں نوے ہزار رومی جنگجو ایک نامور سردار ''وردان'' کی قیادت میں مسلمانوں کے مقابل ہوئے جن کی تعداد صرف بیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

مسلمان جانباز جن میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، سر پر کفن باندھ کر لڑے اور اپنی قوتِ ایمانی کے بل بوتے پر کثیر تعداد رومیوں کو عبرت ناک اور ذلت آمیز شکست دی۔ (ایضاً)

عہدِ فاروقی کے جنگی کارنامے

حضرت سیدنا ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ عہدۂ خلافت پر فائز ہوئے، ان کے زمانۂ خلافت میں اسلام کو خوب ترقی وعروج اور بلندی وسرفرازی نصیب ہوئی، خصوصاً شام، عراق، دِمشق وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے۔ آپؓ نے شام کی جنگی مہمات میں شرکت کی اور شمشیر وسنان اور نیزہ وکمان کے زور پر بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

محاصرۂ دمشق اور آپؓ کی بے باکی

عہدِ فاروقی میں مسلمانوں نے دمشق شہر کا محاصرہ کرلیا اور اس کے اردگرد پڑاؤ ڈالا، پھر منجنیق اور قلعہ شکن آلات نصب کر کے علی اختلاف الاقوال دو ماہ دس دن، چار ماہ یا چودہ ماہ تک مسلسل مزاحمت جاری رکھی، اندر موجود اہلِ دمشق، حمص میں مقیم اپنے بادشاہ ہرقل سے نئی کمک اور مدد کی امید لگائے بیٹھے تھے؛ لیکن امیرِ جنگ نے دمشق اور حمص کے درمیان مسلمانوں کے ایک دستہ کو متعین کر کے مدد اور کمک کی ساری راہیں بند کردی تو دمشق کے محصوروں پر مایوسی وناامیدی کی گھٹائیں چھانے لگیں اور لشکرِ اسلام کی ہمت وجرأت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، اسی کشمکش میں خدائے ذوالجلال کا کرنا ایسا ہوا کہ دمشق کے جرنیل ''بطریق'' کے ہاں لڑکا پیدا ہوا، جس کی خوشی میں اس نے سارے شہر والوں کی زبردست دعوت کرائی، اور خوب شراب پلائی، جس کے نتیجے میں سب پر سستی وکاہلی اور غفلت

ولا پرواہی چھا گئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے موقع کو غنیمت جان کر رسیوں کی سیڑھیاں بنوائی، اوران کے اوپر کے حصے کو برجیوں کے ساتھ لگا دیا اور نچلے حصہ کو خندق کے باہر مضبوطی سے لگا دیا۔ (ملخصاً از البدایہ والنہایہ ۷/ ۱۹-۲۰)

پھر ان سیڑھیوں پر چڑھ کر فصیل کے اندر مرحلۂ اول میں جو لوگ داخل ہوئے اُن میں آپؓ بھی تھے۔ (اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے کارنامے:۴۸۵) مسلمانوں کے اس طرح یکبارگی اندر داخل ہوجانے سے اہلِ دمشق گھبرا گئے اور جب اپنی شکست وہزیمت اور ذلت ونکبت سامنے نظر آنے لگی تو انہوں نے صلح کی پیش کش کی، امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کو قبول فرمایا اس طرح دمشق شہر فتح ہوگیا۔

بعلبک شہر کی فتح میں آپؓ کا کردار

شہر دمشق پر قبضہ ہوجانے کے بعد مسلمانوں نے بعلبک کی جانب قدم اٹھایا اور امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے وہاں کے حاکم ہربیس کو پیغام بھیجا کہ اسلام لے آؤ یا پھر جزیہ ادا کرو، ورنہ جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ۔ چناں چہ وہ جنگی ماہرین اور کمانڈروں سے مشورہ کرنے کے بعد جنگ کرنے پر آمادہ ہوگیا، تو حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ نے آپؓ کو پانچ سو گھوڑ سوار اور تین سو پیادہ پا سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر دیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ رومیوں کو مسلمانوں سے غافل رکھ کر قلعہ کے دروازے ہی پر قتل کر دیا جائے، دوسری طرف حضرت ضرار بن ازورؓ کو پانچ سو گھوڑ سواروں اور پیادہ پا جنگجوؤں پر مشتمل لشکر دے کر بابِ شام کی طرف

سے جرأت و بہادری کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا۔

چناں چہ یہ دونوں حضرات، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق برابر عمل کرتے رہے اور سرگرمِ قتال رہے، یہاں تک کہ رومی لشکر دونوں جانب سے مسلمانوں کے نرغے میں آ گیا تو ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کامیابی میں آپ رضی اللہ عنہ کا بڑا حصہ تھا۔ (ملخصا از فیضانِ سعید بن زید: ۲۷-۲۹)

حمص کی لڑائی میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت اور بہادری

قنسرین اور بعلبک پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان حمص کی طرف متوجہ ہوئے، جہاں رومیوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے زبردست لشکر جمع کر رکھا تھا، وہاں کا حاکم مشہور و معروف جنگجو ''ہربیس'' تھا، جب اُسے مسلمانوں کی آمد کے متعلق خبر پہنچی تو اولاً اس نے شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا؛ لیکن جب غازیانِ اسلام نے اس کو شکست فاش دی تو مجبوراً قلعہ بند ہو گیا، پھر مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور فتح کرنے کے لیے کئی تابڑ توڑ حملے کیے؛ لیکن اہلِ حمص کی مسلسل مزاحمت اور کوشش کی بنا پر ان کو فتح حاصل نہ ہو سکی، بالآخر جنگی منصوبے کے تحت چند سواروں اور معمولی ساز و سامان کو پیچھے چھوڑ کر سارے لشکر نے محاصرہ اٹھا لیا اور شہر سے تقریباً ایک منزل دور جا کر پڑاؤ ڈالا، اہلِ حمص مسلمانوں کے اس منصوبے اور پلان کو سمجھ نہ سکے اور انھوں نے مسلمانوں کو ہمت باختہ سمجھ کر اس

چھوٹے سے اسلامی لشکر پر حلہ بول دیا، کچھ دیر مزاحمت کے بعد مسلمان مجاہدین پیچھے ہٹنے لگے تو رومیوں نے ان کا پیچھا کیا؛ حتی کہ جب اس جگہ پہنچے جہاں اسلامی فوج نے مورچے قائم کیے تھے، تو مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا اور برقِ بے اماں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے، رومی سپاہی اور جنگجو بھی جان توڑ کر لڑ رہے تھے، اور مسلمانوں پر حملہ کیے جا رہے تھے، یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کے سردار ہربیس کا کام تمام کر دیا، تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے، مسلمان بآسانی شہر میں داخل ہوئے تو شہریوں نے اپنے انجام کو دیکھ کر مسلمانوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا اعلان کر دیا اور شہر کے سارے دروازے کھول دیے۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کی بہادری ودلیری کی بدولت مسلمان شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ (ملخصاً از چالیس جانثار: ۷۱-۷۲)

معرکۂ یرموک میں آپ رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز کارکردگی

حمص کو فتح کرنے کے بعد یرموک کی فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں آپ رضی اللہ عنہ کی کارکردگی اور بلند ہمتی آج بھی تاریخ کے صفحات پر زندہ وتابندہ ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ یرموک کے موقع پر پرستارانِ حق اور جانثارانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد صرف چوبیس ہزار تھی، نیز سامانِ جنگ اور آلاتِ حرب کی بھی شدید قلت تھی، اس کے برخلاف دشمنانِ اسلام کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل تھا، اسی کے ساتھ وہ لوگ تمام اسباب ووسائل سے لیس تھے، تلواروں کی

دھاریں اور نیزوں کی نوکیں دیکھ کر آنکھیں چار ہو رہی تھیں، ان کے راہب اور بزرگ مذہبی پیشوا صلیبیں اٹھائے آگے آگے چل رہے تھے اور بلند آواز کے ساتھ اپنی فوج کی فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے، پوری فوج ان دعائیہ کلمات کو اس بلند آہنگی کے ساتھ دہرا رہی تھی جیسے بجلی گرج رہی ہو۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر مسلمانوں پر خوف وگھبراہٹ طاری ہوگئی، خوف ودہشت نے ان کے دلوں کو آگھیرا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ آج اسلام کے جانبازوں اور سرفروشوں کے قدم پیچھے ہٹنے کو ہیں اور دشمنوں کی بے حساب فوج اور بے شمار سپاہیوں کی دھاک ان کے دلوں پر بیٹھ چکی ہے، تب ہی تاریخِ اسلام کے عظیم فرد اور لشکرِ اسلام کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی گرجتی ہوئی تقریر نے ان کی رگِ حمیت کو پھڑکایا، دلوں کو جھنجھوڑا اور غیرت پر تیشہ زنی کی، اپنا مقام ومرتبہ یاد دلا کر مدِّ مقابل کی حقیقت واصلیت کو طشت از بام کر دیا اور حق سبحانہ وتقدس اور ان کے صادق ومصدوق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدوں کا یقین دلا کر رگوں میں اسلامی خون دوڑایا۔ ایک مجاہد کی جانبازی وسرفروشی دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے بھی تلوار سونت لی، تیر وکمان سنبھالا اور نیزے کا رخ دشمن کی جانب کرلیا اور ان کی صفوں میں گھس گئے۔

خود ان کی زبانی وہ حالات وکیفیات ملاحظہ فرمائیں:

''میں نے جیسے ہی اس کی باتیں سنیں اور اسے میان سے تلوار کھینچ کر دشمن کے مقابلے میں جاتے دیکھا، زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنا نیزہ سیدھا کرلیا اور

بڑھنے کے لیے تیار ہو گیا اور دشمن کی طرف سے سب سے پہلا سوار جو ہماری طرف بڑھا اُسے اپنے نیزے میں پرولیا، پھر دشمن پر جھپٹ پڑا، اس وقت تک اللہ تعالیٰ میرے دل سے ہر قسم کے خوف و ہراس کو دور کر چکا تھا، اور پھر سارے مسلمان رومیوں پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نصرت اور کامیابی سے نواز نہیں دیا برابران سے مصرافِ جدال رہے''۔ (زندگیاں صحابہ کی: ۲۹۵)

گورنری اور شوقِ جہاد

اس زمانہ میں جب کہ مسلمان شہر کے شہر فتح کر رہے تھے اور روم وایران کی کایا پلٹنے میں مصروف تھے، سپہ سالارِ اسلام حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح﷜ نے آپ﷜ کو دمشق کی گورنری پر مامور کیا اور اپنا جنگی مشن آگے جاری رکھا اس طرح آپ﷜ دمشق کے سب سے پہلے مسلمان گورنر بنے۔ (زندگیاں صحابہ کی: ۲۹۶)

لیکن راہِ خدا میں مر مٹنے کا شوق اور جذبہ، رضائے الٰہی کے حصول کے لیے گردن کٹانے کی خواہش اور تمنا، بروزِ قیمت شہدا کے زمرے میں شمولیت کی آرزو نے عہدہ ومنصب کی خواہش کو دل سے بالکل بے دخل کر دیا تھا، چناں چہ کچھ دن تو آپ﷜ برداشت کرتے رہے؛ لیکن دل اندر سے بالکل مطمئن نہ تھا، بالآخر حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح﷜ کے نام خط لکھ بھیجا کہ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ جہاد کریں اور میں اس سے محروم رہوں؛ اس لیے خط پہنچتے ہی کسی کو میری جگہ بھیج دیجیے، میں عنقریب آپ﷜ کے پاس پہنچتا ہوں۔ (سیر الصحابہ ۲ / ۱۸۴)

جہاد فی سبیل اللہ بس مقصود میرا ہے		مروں گا میں اسی کے نام جو معبود میرا ہے

چناں چہ حضرت ابو عبیدہؓ نے مجبور ہو کر حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کو دمشق کا گورنر بنایا اور آپؓ پھر رزم گاہ پہنچ گئے، جہاد کا یہی شوق تھا جو عہدِ صدیقی وفاروقی میں آپ کو ہر جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر مجبور کرتا رہا؛ لیکن جب عہدِ عثمانی وحیدری میں داخلی شورشیں بڑھ گئیں، فتنہ وفساد کا غلبہ ہونے لگا، ہر طرف سازشیں پنپنے لگیں تو آپؓ نے گوشۂ خمول میں رہنے کو ترجیح دی اور بقیہ زندگی بڑی خاموشی کے ساتھ مقامِ عقیق میں رہ کر گزاری۔

خلفائے راشدین اور صحابہؓ سے محبت

آپؓ نے خلفائے اربعہؓ اور حضرت امیرِ معاویہؓ کے دستِ بابرکت پر بیعت فرمائی تھی اور اسلام کے ان پروانوں اور ہدایت کے ان چراغوں کی محبت والفت، سطوت وعظمت اور قدر وقیمت آپؓ کی رگ وپے میں رچی بسی تھی، ان پر سبّ وشتم اور طعنہ زنی وبدکلامی کرنے پر آپؓ کا دل غم زدہ وافسردہ ہو جاتا اور اس طرح کی گھناؤنی حرکتیں کرنے والوں پر برملا نکیر فرماتے، چناں چہ جب شر انگیزوں، فتنہ پردازوں، باغیوں اور بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو ناحق قتل کر دیا تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے عالمِ اسلام میں پھیل گئی اور آہ وبکا اور ماتم ونوحہ کا موسم چھا گیا۔ ان دنوں آپؓ کوفہ میں اقامت پذیر تھے۔ جب یہ دل سوز، جاں گداز اور روح فرسا خبر ان کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو کوفہ

کی جامع مسجد میں جمع کیا اور ایک زبردست تقریر کی جس کا ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے:

''لوگو! خدا کی قسم! میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ اسلام لانے کے جرم میں عمر مجھے اور اپنی بہن فاطمہؓ کو باندھ دیا کرتے تھے جب کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، تم لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو بد سلوکیاں اور زیادتیاں کی ہیں ان کی وجہ سے اگر احد پہاڑ پھٹ جائے تو اس کا پھٹ جانا بجا ہوگا۔ (صحابہ کرامؓ کی وصیتیں اور آخری الفاظ: ۲۲۴)

جس زمانہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت امیرِ معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، اسی زمانے میں ایک روز وہ جامع مسجد میں عوام کے حلقہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت سعید بن زیدؓ داخل ہوئے تو انہوں نے نہایت تعظیم واکرام کے ساتھ آپؓ کا استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا، اسی اثنا میں ایک دوسرا آدمی اندر آیا اور حضرت علیؓ کی شان میں نامناسب کلمات بکنے لگا، آپؓ سے ضبط نہ ہوسکا، بولے: مغیرہ! مغیرہ! لوگ تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں کو گالیاں دیتے ہیں اور تم منع نہیں کرتے۔ اس کے بعد اصحابِ عشرہ میں سے آٹھ کا نام لے کر فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے اور اگر چاہو تو میں نویں آدمی کا نام بھی لے سکتا ہوں، لوگوں نے اصرار کیا، تو فرمایا: میں ان میں سے ہوں۔ (سیر الصحابہ: ۲/ ۱۸۶)

ایک دفعہ آپؓ رو رہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ فرمایا: اسلام پر روتا ہوں، حضرت عمرؓ کی وفات نے اسلام میں رخنہ پیدا کیا ہے، ایسا رخنہ جو قیامت تک نہ بھر سکے گا۔ (صحابۂ کرام کے آنسو: ۳۷)

آخرت کے سفر پر روانگی

ماقبل میں گذر چکا کہ آپؓ نے عہدِ عثمانی میں ملکِ شام سے واپس آ کر مدینہ کے نواح میں واقع عقیق نامی مقام میں گوشہ نشینی اور خلوت گزینی اختیار کر لی تھی، اس دوران عالمِ اسلام میں کئی انقلابات وتغیرات رونما ہوئے، اسلامی سلطنت کو کئی مرتبہ اتار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑا؛ لیکن آپؓ حکومت کے عہدے اور مناصب سے کنارہ کش ہی رہے اور اپنے دامن کو اختلافات وتنازعات سے بچائے رکھا، یہاں تک کہ موت کی اس گھڑی پر پہنچ گئے جس سے کسی فردِ بشر کو چھٹکارا نہیں، اور اپنی ساری زندگی اللہ کی خوشنودی ورضامندی، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وتابعداری، اسلام کی حفاظت و پاسبانی اور دینِ حق کی ترقی وسربلندی کے خاطر وقف کر کے مقامِ عقیق ہی میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

رضي الله تعالیٰ عنه وأرضاه وارزقنا اتباعه.

آپؓ کی وفات کی تاریخ تو معلوم نہ ہوسکی؛ البتہ وفات کے سال سے متعلق معلومات کتابوں میں موجود ہیں؛ لیکن اس میں مؤرخین اور سیرت نگاروں کی آرا مختلف ہوگئی ہیں۔ چناں چہ ابو القاسم اصفہانیؒ، علامہ ذہبیؒ، اور ابن العراقیؒ نے

لکھا ہے کہ آپؓ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی۔ اور علامہ ابن الجوزیؒ، ابن اثیرؒ اور ابن عبد البرؒ نے ۵۱ھ کے ساتھ ساتھ ۵۰ھ کا بھی احتمال ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے: سیر السلف الصالحین ۱/ ۲۴۶۔ تاریخ الاسلام للذہبی، حوادث، ۴۰ تا ۶۰ ہجری، ص: ۲۲۴۔ شرح الالفیہ: ۴۴۵، ۴۴۶۔ صفوۃ الصفوۃ ۱/ ۳۴۶۔ اسد الغابۃ ۲/ ۳۲۶۔ الاستیعاب ۴/ ۱۹۰) نیز امام بخاریؒ نے ۵۸ھ کو آپؓ کی وفات کا سال بتایا ہے۔ (التاریخ الکبیر ۳/ ۴۵۲)

تجہیز و تکفین اور تدفین

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو جب آپؓ کی وفات کا علم ہوا تو دن چڑھنے کے بعد اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مقامِ عقیق جا پہنچے اور جمعہ کی نماز ترک کر دی (یعنی ظہر کی نماز پڑھی)۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۳۰۲)

حضرت عائشہ بنت سعدؓ فرماتی ہیں کہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ کو غسل دیا اور حنوط لگایا، پھر گھر آ کر غسل کیا، پھر باہر نکل کر لوگوں سے کہا کہ: "میں نے ان کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا؛ بلکہ شدتِ گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے"۔ (محض الشہید فی مناقب سعید بن زیدؓ: ۲۷۹-۲۸۰)

غسل سے فراغت کے بعد حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے آپؓ پر نمازِ جنازہ پڑھی، پھر آپؓ کی نعشِ مبارک کو مقامِ عقیق سے مدینہ منورہ لایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ قبر میں اترے اور آپؓ کو سپردِ خاک کیا۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے		سبزۂ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

یہ تمام تفصیلات اکثر مؤرخین کے نزدیک ہیں؛ ورنہ علامہ ذہبیؒ نے واقدیؒ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اہلِ کوفہ کے بیان کے مطابق حضرت سعید بن زیدؓ کا انتقال کوفہ میں ہوا، اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، پھر وہیں پر آپؓ کی تدفین عمل میں آئی۔

(تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، حوادث: ۴۱-۶۰ ہجری، ص: ۲۲۴)

ازواج واولاد

آپؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، جن سے بہت سے لڑکے، لڑکیاں پیدا ہوئیں، تمام کی تفصیلات مندرجۂ ذیل ہیں:

ازواج: ① فاطمہ ② ام الجمیل ③ جلیسہ بنت سوید ④ امامہ بنت الدجیج ⑤ حزمہ بنت قیس ⑥ ام الاسود ⑦ صخ بنت اصبغ ⑧ بنت قربہ ⑨ ام خالد ⑩ ام نعمان ⑪ بشیر بنت ابی مسعود۔

لڑکے: ① عبدالرحمٰن اکبر ② عبدالرحمٰن اصغر ③ عبداللہ اکبر ④ عبداللہ اصغر ⑤ عمر اکبر ⑥ عمر اصغر ⑦ محمد ⑧ اسود ⑨ زید ⑩ طلحہ ⑪ خالد ⑫ ابراہیم اکبر ⑬ ابراہیم اصغر۔

لڑکیاں: ① عاتکہ ② ام موسیٰ ③ ام الحسن ④ ام سلمیٰ ⑤ ام حبیب کبریٰ ⑥ ام حبیب صغریٰ ⑦ ام زید کبریٰ ⑧ ام زید صغریٰ ⑨ ام سعید ⑩ ام سلمہ ⑪ حفصہ ⑫ ام خالد ⑬ عائشہ ⑭ زینب ⑮ ام عبدالحولاء ⑯ ام صالح۔

(طبقات ابن سعد ۳/ ۳۰۰، ۳۰۱)

روایتِ حدیث

آپ رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اڑتالیس احادیث روایت کی ہیں، صحابۂ کرام میں سے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ وغیرہ اور تابعین میں سے ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء بحوالہ سعید بن زید، الرقم:۱۱، ۳/۸۷۔تہذیب الاسماء واللغات للنووی بحوالہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ:۱/۲۱۱)

آپ رضی اللہ عنہ سے مروی چند فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۱۔رحم، رحمٰن سے بنا ہے، پس جو اس کو توڑے گا اللہ اس پر جنت کو حرام فرما دے گا۔(البحر الذخار ۴/۹۳، حدیث:۱۲۶۵)

۲۔ناحق کسی مسلمان کی بے عزتی کرنا سود سے بھی بڑا گناہ ہے۔(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ ۲/۸۰۳، حدیث:۴۸۷۶)

۳۔مجھ پر (نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر) جھوٹ باندھنا عام لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، یاد رکھو بے شک جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔(مسند ابی یعلیٰ:۱/۴۱۴، حدیث:۹۶۲)

۴۔میرے بعد امت میں مردوں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ عورتوں کا فتنہ ہے۔

(صحیح المسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اہل الجنۃ الفقراء، ص:۱۴۶۵، حدیث:۲۷۴۱)

۵۔جو آدمی اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو آدمی اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو آدمی اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو آدمی اپنے اہلِ وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب من قتل دون مالہ فھو شھید: ۱/ ۶۰۶، حدیث: ۱۴۳۱)

اخلاق وعادات

خاندانی شرافت کا آپ رضی اللہ عنہ کے کردار پر گہرا اثر تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں رہ کر شرابِ دو آتشہ بن گیا تھا، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت نے آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق وکردار، رفتار وگفتار اور عادات واطوار میں نکھار پیدا کر دیا تھا، چناں چہ آپ رضی اللہ عنہ بھی دیگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح بے شمار اوصاف وکمالات اور خصائل وشمائل سے آراستہ تھے اور رضائے الٰہی کا ذریعہ بننے والی تمام صفات سے متصف تھے، منجملہ ان کے عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت، خوف وخشیت، رجوع وانابت، صبر واستقامت، صدق وعدالت، جود وسخاوت، اخلاص وللّٰہیت، بے باکی وشجاعت، علم وفقاہت، فہم وذکاوت، ذہانت وفطانت اور زہد وقناعت جیسے بلند وبالا اور قابلِ قدر اخلاق سے متصف تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا دامنِ عمل کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا، اور وہ ہمیشہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کوشاں رہتے تھے''۔ (چالیس جانثار: ۷۶)

فضائل ومناقب

یوں تو تمام صحابۂ کرام کا درجہ اللہ رب العزت کے نزدیک بہت بلند و بالا ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معیارِ حق قرار دیا اور ''رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ'' کہہ کر دنیا ہی میں ان کو اپنی رضا وخوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا؛ لیکن آپ رضی اللہ عنہ اس عموم میں بھی کچھ خصوص رکھتے تھے، مختصراً آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ آپ رضی اللہ عنہ ان خوش قسمت اور نیک بخت لوگوں میں سے ہیں جن کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے دنیا ہی میں جنت کی بشارت اور خوش خبری دی تھی، چناں چہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگے: میں نو حضرات کے بارے میں شہادت دے سکتا ہوں کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دوں تو گنہگار نہ ہوں گا، پوچھا گیا: آپ یہ بات کیسے کہہ رہے ہو؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غارِ حرا پر تھے کہ وہ حرکت کرنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غارِ حرا کو خطاب کر کے فرمایا کہ: اے حرا! رُک جا؛ اس لیے کہ تیرے اوپر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے کوئی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرمانے لگے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمٰن بن عوف، اتنا کہہ کر راوی (آپ رضی اللہ عنہ) رک گئے، پھر پوچھا گیا کہ دسواں شخص کون ہیں؟

تو آپؓ نے فرمایا: میں۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابوالاعور واسمہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل: ۲/۵۶۱، حدیث: ۳۷۵۷)

۲۔غزوات کے بیان میں یہ بات گذر چکی کہ آپؓ کو غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت اور اجر وثواب میں سے حصہ ملا تھا، اس لحاظ سے آپؓ ''بدریین'' کی فہرست میں شامل ہو گئے، جن کی عند اللہ مقبولیت اور مقام ومرتبہ کے بارے میں حضرت علیؓ سے مروی ایک طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو خطاب کر کے فرمایا: ''لعل اللّٰه اطلع إلیٰ أهل بدر فقال، اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة''۔ ترجمہ: تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا کہ جو چاہے کرو، جنت تمہارے لیے واجب ہو چکی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المعارف، باب فضل من شہد بدرا: ۲/۸۷۷، حدیث: ۲۸۳۹)

حضرت رفاعہ ابن رافع فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ اہلِ بدر کو کیا سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ سب سے افضل اور بہتر۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمایا: اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائکۃ بدرا، ۲/۸۸۰، حدیث: ۳۸۴۸)

۳۔آپؓ سابقین اولین میں سے تھے جن کے بارے میں قرآنِ کریم

میں مذکور ہے کہ: رضي الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنّٰت تجري تحتها الأنهٰر خٰلدين فيها أبدا (التوبہ: ۱۰۰) ترجمہ: اللہ ان سب سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ (توضیح القرآن)

مفسرین سلف کے اقوال ''السابقون الاولون'' کی تعیین میں مختلف ہیں، بعض نے کہا: وہ مہاجرین وانصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (کعبہ، بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگِ بدر تک کے مسلمان ''سابقین اولین'' ہے۔ اور بعض حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر عثمانی: ۲۶۸)

بہرحال تمام اقوال کی رو سے آپ رضی اللہ عنہ اس بشارتِ عظمیٰ اور سعادتِ کبریٰ کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

۴۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ان جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل اپنی جان ومال کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لٹا دیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد وقتال کیا، اس لحاظ سے آپ کا درجہ اور مرتبہ ان صحابۂ کرام سے قدرے بڑھ جاتا ہے جنہوں نے فتحِ مکہ کے بعد اسلام کی آغوش میں پناہ لی اور اس کی سربلندی وسرفرازی کے لیے اپنا مال ودولت نچھاور کرنے لگے، جیسا کہ قرآن

کریم میں آیا ہے: لا يستوي منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل، أولئک اعظم درجة من الذين أنفقوا من بعد وقاتلوا (الحدید: ۱۰) ترجمہ: برابر نہیں تم میں سے جس نے خرچ کیا فتحِ مکہ سے پہلے اور لڑائی کی، ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد، اور لڑائی کریں۔ (معارف القرآن ۸/ ۲۹۴)

۵۔ آپؓ ان سعادت منداور نیک بخت صحابہؓ میں سے ہیں جنھوں نے بیعتِ رضوان میں شرکت فرمائی، جس میں شریک ہونے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا۔ اور صحیح مسلم میں ام بشرؓ سے مرفوعاً روایت ہے: "لا يدخل النار أحد مما بايع تحت الشجرة"، یعنی جن لوگوں نے اُس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔

(معارف القرآن: ۸/ ۸۰)

ایک حیرت انگیز قصہ

آپ کی عند اللہ مقبولیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک عورت نے (جس کا نام اروىٰ تھا) حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ کے خلاف مدینہ کے اس وقت کے حاکم مروان کی عدالت میں دعویٰ کیا کہ "انہوں نے میری فلاں زمین دبالی ہے"۔ حضرت سعیدؓ کو اس جھوٹے الزام سے بڑا صدمہ پہنچا، انہوں نے مروان سے کہا: کیا میں اس عورت کی زمین دباؤں گا اور غصب کروں گا؟ جب کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا

ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ: ''جس شخص نے ظالمانہ طور پر کسی کی ایک بالشت زمین بھی غصب کر لی تو قیامت کے دن زمین کا وہ غصب کیا ہوا ٹکڑا ساتوں زمین تک طوق بنا کر اس ظالم کے گلے میں ڈالا جائے گا''۔

یہ روایت آپؓ نے ایسے تأثر کے ساتھ اور ایسے انداز میں کہی کہ خود مروان بہت متأثر ہوا اور اس نے آپؓ سے کہا کہ: ''اب میں آپ سے کوئی دلیل اور ثبوت نہیں مانگتا''۔ اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے (دکھے ہوئے دل سے) بد دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس عورت نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو اس کو آنکھوں کی روشنی سے محروم کر دے اور اس کی زمین ہی کو اس کی قبر بنا دے۔

(واقعہ کے راوی حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ) پھر ایسا ہی ہوا، میں نے خود اس عورت کو دیکھا ہے کہ آخر عمر میں نابینا ہو گئی اور خود کہا کرتی تھی کہ: حضرت سعید کی بد دعا سے میرا یہ حال ہوا ہے، اور پھر ایسا ہوا کہ وہ ایک دن اپنی زمین ہی میں چلی جا رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر پڑی اور بس وہ گڑھا ہی اس کی قبر بن گیا۔

(معارف الحدیث، کتاب المناقب والفضائل ۸ / ۲۸۸)

خلاصۂ کلام

کس قدر مقبول تھے وہ پاکانِ خدا جنہیں دنیا ہی میں خدائے ذوالجلال کی رضامندی وخوشنودی کا پروانہ مل گیا، کیا ہی عظیم الشان تھیں وہ ہستیاں جن کا ذکر کر کے آج ہم بجا طور پر فخر محسوس کرتے ہیں اور کیا ہی عظیم المرتبت تھیں وہ

شخصیتیں جن کے نام و کام کو حوادثاتِ زمانہ اور انقلاباتِ دہر نہیں مٹا سکے۔

آہ! اب کون سی خاک ایسی ہے جو ان جیسے پاکباز اور خدا ترس انسانوں کو جنم دے اور کون سا چراغ ایسا ہے جس کی روشنی میں اس کی نظیر و مثال تلاش کی جائے۔

آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر		اب ڈھونڈ انہیں، چراغِ رخِ زیبا لے کر

اللہ تعالیٰ ان مقدس و مکرم ہستیوں کی محبت و الفت ہمارے قلب و جگر میں پیوست فرمائے، اور تادمِ آخر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مراجع و مصادر:

① توضیح القرآن آسان ترجمۂ قرآن ② معارف القرآن ③ تفسیر عثمانی ④ بخاری شریف ⑤ مسلم شریف ⑥ ترمذی شریف ⑦ ابوداود شریف ⑧ معارف الحدیث ⑨ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام ⑩ طبقات ابن سعد ⑪ البدایہ والنہایۃ ⑫ اسد الغابۃ ⑬ الریاض النضرۃ ⑭ محض الشہید فی مناقب سعید بن زید ⑮ صور من حیاۃ الصحابہ ⑯ حیاۃ الصحابہ اردو ⑰ فضائل اعمال ⑱ سیر الصحابہ ⑲ زندگیاں صحابہ کی ⑳ اصحاب رسول اور ان کے کارنامے ㉑ اصحاب الرسول ㉒ چالیس جاں نثار ㉓ صحابۂ کرامؓ کے آنسو ㉔ صحابۂ کرامؓ کی وصیتیں اور آخری الفاظ۔